رسائل و مسائل

بہار کا خونین حادثہ اور مسلمان

سوال:- ایک طرف تو میرا ہر روز خیال یہ ہے کہ جو کچھ ہنگامے اور خانہ جنگیاں اس وقت ملک میں برپا ہیں اور آئندہ کے لیے جن کے بہت سے امکانات ابھر آئے ہیں وہ تمام تر مسلمانوں کی غیر اسلامی کوششوں اور غیر مسلموں کے قومی تعصب کا نتیجہ ہیں۔ اور ہم چونکہ تمام بنی نوع انسان کی اصلاح چاہتے ہیں، ہر ایک کو فلاح کی دعوت دینے والے ہیں اور ہر گروہ اور قوم کے یکساں خیر خواہ ہیں، اس لیے ہمیں بلا تخصیص ہر مظلوم و بیکس اور گرفتار بلا کی اعانت کرنی چاہیے اور اس میں کسی قسم کے قومی تعصب کو اثر انداز نہ ہونے دینا چاہیے۔ دوسری جانب آج تین چار دن سے مجھے اس خیال نے بیتاب کر رکھا ہے کہ وہ مظلومین جو ہر اس ظالمانہ طریق سے ستائے گئے ہیں جو انسانی ذہن میں آسکتا ہے، اور جن کی جانیں ہی نہیں، بلکہ عصمتیں اور آبروئیں، اور یہی نہیں بلکہ دین اور ایمان بھی سیلاب جفا کا لقمہ ہو رہے ہیں ـــ صرف اس لیے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسول کے پیرو اور مسلمان کہلاتے ہیں اور وہ اسی پر قائم رہنا چاہتے ہیں، بجز اس کے جن کا کوئی جرم ثابت نہیں ہے۔ کیا ان مظلومین کے بارے میں ہم لوگ اس وقت مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اھلہا الخ، کے اولین مخاطب نہیں ہیں؟ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ ہیں اور ضرور ہیں! اس کی وجہ یہ کہ ہماری ہی جماعت عین اسلامی طریق پر ایک امیر کی قیادت میں فی سبیل اللہ جد وجہد کر رہی ہے۔ پھر ان مظلومین کی جماعت میں ہم صرف نرم قدم اٹھانے کا فیصلہ کیوں کر رہے ہیں؟

میرے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ کسی سخت اقدام کے لیے مادی ساز و سامان کی کوئی خاص مقدار ضرور فراہم ہونی چاہیے اور اگر اس کی کوئی حد مقرر کی بھی جائے تو وہ پہلے اسلامی غزوات کی حد ہو سکتی ہے۔ اس خیال سے بھی میری تشفی نہیں ہوتی کہ ہماری اخلاقی قوت و تربیت اس لائق نہیں ہے کہ ہم مقابلے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایسے کسی معیار پر ہم صدیوں میں بھی نہ پہنچ سکیں اور یوں بھی صحابہ کے درجہ کو پہنچنا تو موجودہ دور میں محال ہے، کیونکہ وہ براہ راست رسول صلعم کی سیرت سے فیضیاب ہوتے تھے، خود ان صحابہ میں سے جو لوگ سابقون الاولون میں سے تھے ان کے درجہ کو دوسرے حضرات ایمان و عمل کے اعلیٰ درجے طے کرنے کے باوجود نہ پہنچ سکے۔ پھر یہ نظریہ بھی مجھے مطمئن نہیں کرتا کہ یہ مظلومین اسلام کے سچے فرماں بردار نہیں ہیں اور ایمان کے جملہ مقتضیات پورے نہیں کر رہے ہیں۔ اگر ان کو ایمان عزیز نہ ہوتا تو آخر یہ اپنی جانیں کیوں دیتے؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کب تک مکی زندگی کے تصور میں یونہی بیٹھے رہیں گے اور یہ دور کہاں تک طویل ہوگا۔

براہ کرم میری ان ذہنی الجھنوں کو صاف فرما دیجیے۔

جواب: ہر دردناک حادثہ کی یہ فطرت ہے کہ وہ انسانی جذبات کو متلاطم کر دیتا ہے، بالخصوص جبکہ اس کی لپیٹ میں کوئی ایسا گروہ آ رہا ہو جس سے کسی طرح کے روابط موجود ہوں۔ آپ کے خط سے بھی یہی چیز ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ مومن کی اولین خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ غم اور خوشی دونوں کے طوفانوں کے درمیان اپنے ذہنی جہاز کو متوازن رکھتا ہے اور اسے بے لنگر کا جہاز نہیں بننے دیتا۔ دوسری طرف یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ کسی جماعت کے پاس جب قوت کی کچھ بھی پونجی جمع ہو جاتی ہے تو پھر ہر حادثہ اس کو یہ درس دیتا ہے کہ ساری قوت کو یہاں صرف ہو جانا چاہیے، بالکل اسی طرح جیسے کسی کی جیب میں جب پیسے ہوں تو بازار میں رکھی ہوئی ہر چیز اچھل اچھل کے یہ کہتی ہے کہ ان پیسوں کو تو مجھی پر صرف ہونا چاہیے اور پھر کچے مزاج کا آدمی ہوگا تو وہ اول قدم پر ہی جیب خالی کر دے گا اور بعد میں محسوس کرے گا کہ میں نے اصل ضرورت کی چیز تو پیچھے چھوڑ دی۔ جماعتیں بھی اگر جذبات کے تحت سطحی سوچ سے کام لیں تو پہلے قدم پر ہی ساری قوت صرف کر کے اپنے اصل نصب العین کے لیے کچھ پونجی باقی نہیں چھوڑتی ہیں، لیکن اگر وہ اپنے فکری توازن

کو پیش نظر رکھتی ہے، وہ تو اپنی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں کو نظر انداز کرتی ہوئی قوت کے سارے تیر اصل نصب العین کے ہدف پر پھینکتی ہیں اور کامیاب رہتی ہیں اور جب تک یہ آخری موقع نہیں آتا، ضمنی مواقع سے قوت کا خزانہ بچاتی ہوئی گذر جاتی ہیں۔ مثلاً اس بیماری کے خونیں مادہ کو دیکھیے تو یہ جاننا، گویا یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی ساری اجتماعی قوت اسی میں جھونک دیں۔ مگر ہم اگر ٹھیک نصب العین پر جمے رہیں تو ہم قوم پرستانہ منازعات کے گرداب سے جماعت کا سفینہ بخیر و خوبی نکال کر لے جا سکتے ہیں اور ایک حد تک متقابلین کی اس سے بہتر خدمت بھی کر سکتے ہیں جو دوسری جماعتیں کرنا چاہتی ہیں یا کر رہی ہیں۔

یہ بات آپ نے صحیح نہیں لکھی کہ مسلمان قوم نے کوئی جرم نہیں کیا، لیکن بیچاری اس پر خواہ مخواہ قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ اس دعوے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی دنیا میں یا تو کوئی قانون سرے سے رائج ہی نہیں ہے یا ہے تو وہ قانون عدل نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوموں اور جماعتوں کو تاریخ میں جو بھی حالات پیش آتے ہیں وہ خود ان کی کارگزاریوں کے فطری نتائج ہوتے ہیں اور بالکل اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ اور عادلانہ قوانین کے تحت رونما ہوتے ہیں۔ ہر قوم خزانہ غیب سے وہی کچھ پاتی ہے جو کچھ وہ جمع کراتی رہتی ہے۔ جس نے حسن عمل کی دولت جمع کرائی اس نے فلاح پائی اور جس نے غلط کاریوں کا خزانہ بھرا اس نے عذاب کا مزا چکھا۔ وما ظلمهم ولکن کانوا انفسهم یظلمون۔

مسلمانوں نے ہندوستان میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی لمبی داستانوں سے قطع نظر کرکے اگر دور حال کی ایک ہی غلطی کو آپ پیش نظر رکھیں تو آپ کی موجودہ رائے کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ کیا یہ کوئی معمولی درجہ کی غلطی ہے کہ ہم نے اسلامی اصولوں اور اسلامی سیرت کی صحیح نمائندگی کرنے کے بجائے اپنے آپ کو غیر اسلامی فکر و عمل سے آلودہ کیا اور فتنۂ شر کے خلاف جنگ آزما ہونے کے بجائے قومی اور گروہی بنیادوں سے دنیا پرستی کی لڑائی شروع کر دی اور اس کے ساتھ اسلام کا نام لینے اور اسلام کی نمائندگی کرنے کی جو جھوٹی نمائش پہلے سے چلی آ رہی تھی اس کا مظاہرہ بھی ہوا۔ یہ جرم اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کے مقابلہ میں اب تک جو کچھ پیش آیا ہے وہ بہت ہی کم ہے اور آئندہ جو کچھ پیش آ سکتا ہے اس کے تصور سے خدا کے قوانین مکافات عمل کی سمجھ بوجھ رکھنے والے ہر خیر خواہ مسلمین کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

مگر مشیتِ الٰہی کے ڈنڈے کھا کر بھی اس قوم کی آنکھیں نہیں کھل رہی ہیں۔

آپ نے یہ غلط ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا کوئی جرم اس کے سوا نہیں کہ وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ بخلاف اس کے حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر اس طرح کا ایمان نہیں رکھتے جس طرح کے ایمان کا مطالبہ قرآن نے کیا ہے۔ اگر یہ شے فی الواقع ان میں ہوتی تو ہندو قوم کے کچھ ادنیٰ لوگ جہاں ان پر ظلم ڈھانے والے ہوتے وہاں اس کا صالح عنصر پورے کا پورا زبان سے اگر نہیں، تو کم از کم دل سے ضرور ان کے ساتھ ہوتا۔ پاکیزہ اصولوں اور اعلیٰ اخلاق کے اسلحہ کے ساتھ اگر کوئی گروہ کام کرنے اٹھے اور کسی مادی غرض کے بجائے محض اخلاقی مقاصد اس کے سامنے ہوں تو اس کا مقابلہ کوئی قوت جم کر نہیں کر سکتی۔ جو جماعت اپنے عمل سے یہ ثابت کر دے کہ وہ "بزنس" کے لیے نہیں بلکہ خدمت کے لیے نمودار ہوئی ہے، پیٹ کے لیے نہیں بلکہ دل و دماغ کے لیے میدان میں آئی ہے، ظالم بننے کے لیے نہیں بلکہ ظالموں کا سدباب کرنے کے لیے وجود پذیر ہوئی ہے وہ اگر لحاظِ تعداد صرف دو افراد پر بھی مبنی ہو اور اس کے مقابلہ میں چالیس کروڑ باشندوں کی متحدہ قوت بھی زور آزما ہو تو بھی اس کی شکست سہل نہیں، بلکہ اس کی فتح اللہ کے ہاں مقدر ہو جاتی ہے، چاہے خود اس کے دور میں ظاہر ہو یا اس کے بعد میں آنے والی کسی وارث طاقت کے ہاتھوں تکمیل پائے ——— کیونکہ حق و عدل کی حمایت میں کھڑے ہونے کے معنی یہ ہیں کہ خود خدا کی قوتیں پشت پناہی کرنے والی ہیں اور حق و عدل کی مخالفت کرنے والے ایک صالح جماعت سے نہیں بلکہ خود خدا کی تقدیر سے لڑتے ہیں۔ اس فلسفہ کی روشنی میں آپ خود سوچ کر فیصلہ کیجیے کہ مسلمان کیا کسی ایسے ہی موقف پر کھڑے ہیں یا اس کے بخلاف کسی مادہ پرستانہ اور قوم پرستانہ مقصد پر قوتیں صرف کر رہے ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ روپے اور عہدوں اور اختیارات کی لڑائی لڑتے ہوئے جب یہ کسی طاقتور قوم سے چپت کھا جائیں تو اسلام کا واسطہ دیں کہ ہم صرف اس وجہ سے ظلم سہ رہے ہیں کہ خدا و رسول پر ایمان رکھتے ہیں؟ آخر یہاں خدا پرستی کا اور اخلاقِ اسلامی کا اور دعوت الی الحق کا اور خدمتِ انسانیت کا کونسا ایسا مظاہرہ تم نے کیا ہے جس کی بنا پر بے قصور مظلومیت کی داستان سنائی جا سکے؟ اگر مجرد ان کا دینِ اسلام پر ایمان رکھنا وجہِ فساد ہوتا تو اس کے لازمی آثار یہی ہو سکتے تھے کہ انھوں نے اپنے ماحول میں

زبان اور عمل سے مسلسل اس چیز کی طرف دعوت دی ہوتی جس پر وہ ایمان رکھتے تھے، اور پھر اس دعوت کے زیر اثر غیر مسلموں کو اصل نفرت اس چیز سے پیدا ہو جاتی اور وہ اس کی روک تھام کے لیے داعیوں پر ظلم ڈھاتے۔ مگر یہاں اس قسم کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔ بلکہ بہار کے ہندوؤں نے مسلمانانِ بہار کو ایک ایسی حریف قوم کے افراد سمجھا ہے جو ان کی اپنی قوم کے خلاف سیاسی اور معاشی میدانوں میں کشمکش کر رہی ہے۔ "ما لکم لا تقاتلون" کا خطاب نبی صلعم کی اس جماعتِ مقدسہ سے تھا جو ان تمام شرائط کو پورا کر چکی تھی جو قتال کے لیے لازمی ہیں۔ جیسا کہ یہ بات ہماری طرف سے پہلے بھی واضح کی جا چکی ہے کہ آغاز قتال کے لیے شرعاً کچھ شرائط کا پورا کر لینا واجب ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جماعتِ صالحہ وجود میں آ چکی ہو، دوسری یہ کہ وہ جماعت دعوت الی الحق کو عبور کر چکی ہو اور اب اتمام حجت کے بعد تلوار سنبھالے، تیسری یہ کہ وہ ایک با اختیار امارت کے تحت ہو یعنی ایسی امارت جس کے اوپر کوئی با اقتدار قوت اللہ کے سوا موجود نہ ہو۔ نبی صلعم کی جماعت مدنی دور میں پہنچ کر ان جملہ شرائط کو پورا کر چکی تھی، لیکن آپ حضرات نے ان شرائط میں سے کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا ہے، اپنے آپ کو کس طرح اس حکم کا مخاطب بنا سکتے ہیں اور ان شرائط کو پورا کیے بغیر قتال کا آغاز کرنا محض فساد فی الارض ہے، اور کچھ نہیں۔

اس کے ہم بھی قائل نہیں کہ قتال کے لیے مادی قوتوں کی کوئی حد بندی شریعت میں کی گئی ہے، بلکہ جتنی قوت بھی مہیا ہو سکے اسی کو اللہ کے بھروسہ پر کافی سمجھ کر حکمت سے صرف کیا جا سکتا ہے۔ اور معرکۂ بدر کا سا معجزانہ اقدام بھی کیا جا سکتا ہے، مگر کم از کم مندرجہ بالا شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے اور غازیانِ بدر انھیں پورا کر کے میدان میں آئے تھے۔

آپ کا یہ ارشاد بھی بجا کہ صالح جماعت کے لیے یہ لازم نہیں کہ وہ ہر پہلو سے مرتبۂ سابقون الاولون کو پہنچ چکی ہو، مگر قتال کے لیے کسی جماعت کے جماعتِ صالحہ ہونے کی جو کم سے کم شرائط ہیں، موجودہ احوال میں ہم میں وہ بھی نہیں پائی جاتیں۔ ہم دورِ دعوت میں ہیں اور ہماری بیچارگیوں کا عالم یہ ہے کہ شریعت کے بعض اجزاء پر تو ہم عمل پیرا ہو سکتے ہیں مگر دوسرے بہت سے اجزا میں نظام طاغوت کے تسلط کی وجہ سے ہم اضطراری رخصتوں سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہیں اور بہت سی آلودگیاں ہمیں بالجبر گھیرے

ہوئے ہیں۔ اس سال میں ہم ہزار دو ہزار تو ضرور جماعت سے نکال چکے ہیں، مگر بایں ہمہ ہم پوری طرح جماعت صالحہ نہیں بن سکے اور جماعت صالحہ ہونے کی بہت سی شرائط پوری ہونی ابھی باقی ہیں۔ علاوہ بریں ہم نے دعوت اقامت دین کا فریضہ کما حقہ ادا نہیں کیا ہے اور جس حد تک حق کا پیغام اتمام حجت کے لیے ہمیں ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچانا چاہیے اور جس تسلسل سے ہمیں اپنے عمل سے دین اسلام کے حق ہونے کی شہادت دینی چاہیے، اس کا عشر عشیر بھی اتمام پذیر نہیں ہوا۔ پھر ہمیں کیا حق ہے کہ وقت سے پہلے اپنے حق کی شہادت تلوار سے دینا شروع کر دیں۔ جس طبیب نے سوسائٹی کے پھوڑوں کا علاج مرہم سے اور دوا سے کیا ہی نہیں، اس کا یہ کام نہیں کہ وہ اس کے اعضا کی قطع و برید شروع کر دے۔ یہ تو خدا کے بندوں پر ظلم ہوگا اور اس ظلم کا حساب خدا کی عدالت میں دینا پڑے گا۔

باقی رہا یہ کہ کب یہ شرائط تمام پوری ہوں گی اور کب یہ کمی دور ختم ہوگا، سو اس معاملہ میں ہم کوئی تخمینہ نہیں لگا سکتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ اس کی مشیت کب ہماری مساعی کو تکمیل تک پہنچائے گی، اتنی بات البتہ ہم جانتے ہیں کہ دیر ہوگی تو بہرحال ہماری سست کاری سے ہوگی، ورنہ اللہ کی رحمت ہر وقت مساعی کا حساب چکانے کو تیار رہتی ہے۔ پس ہمارا کام یہ ہے کہ دعوت کے فرائض کی انجام دہی میں سرتوڑ کوشش کریں اور آئندہ کے مراحل کی سوچ میں لگنے کے بجائے موجودہ مرحلہ کو طے کرنے کی فکر کریں۔

زکوٰۃ کی وصولی و صرف کا اجتماعی نظام

سوال: جماعت اسلامی اس وقت الجماعۃ کی حیثیت پر ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو مجلس شوریٰ کا یہ فیصلہ کہ ارکان جماعت اپنی زکوٰۃ لازماً جماعت کے بیت المال میں داخل کریں، کس بنا پر ہے؟ یہ حکم کسی نص پر مبنی ہے یا ایک اجتہادی فیصلہ ہے؟ اگر چند مسلمان مل کر کسی شخص کو اپنا امیر بنا لیں، لیکن شرعاً اس کا مقام امیر المومنین کا مقام نہ ہو تو وہ کیسے یہ فیصلہ دے سکتا ہے کہ ہر شخص کو زکوٰۃ بیت المال میں داخل کرنا واجب ہے؟ کیا اس فیصلہ کے بعد انفرادی طور پر کسی رکن کے زکوٰۃ نکالنے سے فرض پورا نہیں ہوگا؟